129223 - دوسری بیوی کی باری میں پہلی بیوی کے بچوں کی دیکھ بھال میں تعاون کرنے کا حکم

سوال

ان آخری ایام میں مجھ پر انکشاف ہوا کہ میں چھٹے بچے کی ماں بننے والی ہوں اور میرے خاوند نے ایك اور شادی کر رکھی ہے، اس لیے کہ میرے حمل کے ابتدائی ایام ہیں اور میں ان ایام میں ہمیشہ تکلیف محسوس کرتی ہوں اور کوئی بھی خوشبو نہیں سونگھ سکتی اور نہ ہی کھانا تیار کر سکتی ہوں، اسی طرح بچوں کی دیکھ بھال میں بھی سستی محسوس کرتی ہوں اس لیے میں اپنے خاوند سے تعاون طلب کرتی ہوں چاہے میری باری نہ بھی ہو، لیکن وہ کہتا ہے کہ اولاد کی دیکھ بھال بھی انہیں ایام میں کریگا جب اس کی باری ہو گی، میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ آیا وہ جو کچھ کر رہا ہے صحیح ہے یا غلط ؟

پسندیدہ جواب

الحمد للہ.

بیویوں کے مابین جس چیز میں تقسیم ہوتی ہے وہ یہ ہیں: اپنی بیویوں کے مابین وقت کی تقسیم اگر دو یا اس سے زیادہ ہوں " انتہی

دیکھیں: کشاف القناع (5 / 198).

فقہاء اس پر متفق ہیں کہ مرد پر واجب ہے کہ اگر اس کی ایك سے زیادہ بیویاں ہیں تو وہ اپنی بیویوں کے مابین تقسیم میں عدل کرے، اور ان میں برابری سے کام لے؛ کیونکہ ایسا کرنا حسن معاشرت میں شامل ہوتا ہے جس کا اللہ سبحانہ و تعالی نے حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ اور ان عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت اختیار کرو ﴾.

اور جب بیویوں کے مابین تقسیم میں برابری نہ کی جائے تو یہ حسن معاشرت نہیں ہو گی "

دیکھیں: الموسوعة الفقهية (33 / 183).

" اور تقسیم میں جو عدل کرنا ضروری ہے وہ اس چیز میں ہونا چاہیے جس کا وہ مالك ہے اور جس کی قدرت و استطاعت رکھتا ہے مثلا رات بسر کرنے میں، اور مانوس ہونے وغیرہ میں لیکن جس کا وہ مالك ہی نہیں اور جس کی قدرت و استطاعت نہیں رکھتا مثلا وطئ اور جماع اور اس کے اسباب مثلا میلان قلبی اور محبت میں تو اس سلسلہ میں

خاوند کے لیے بیویوں کے درمیان عدل کرنا واجب نہیں "

دیکھیں: الموسوعۃ الفقھیۃ (33 / 185).

" لیکن فقھاء کا اس میں اختلاف ہے کہ خاوند ایک بیوی کی باری میں دوسری بیوی کے پاس رات یا دن میں جا سکتا ہے یا نہیں، اس میں انہوں نے تفصیل بیان کی ہے:

شافعیہ اور حنابلہ کہتے ہیں کہ: ایک بیوی کی باری میں خاوند کو حق نہیں کہ وہ رات کے وقت دوسری بیوی کے پاس جائے، کیونکہ ایسا کرنے میں باری والی بیوی کا حق باطل ہوتا ہے، مگر ضرورت کے وقت جا سکتا ہے مثلا وہ شدید بیمار ہویا شدید قسم کی درد اور جلنے اور ڈاکے وغیرہ کاخطرہ ہو، تو اس وقت اگر وہ عرف سے زیادہ دیر وہاں رہے تو اس باری والی کی باری کی قضا کریگا یعنی اسے دوبارہ باری دیگا، لیکن اگر وہ وہاں زیادہ دیر نہیں لگاتا تو پھر قضا نہیں.

اور اگر خاوند ایک بیوی کی باری میں کسی دوسری بیوی کے پاس ضرورت کی بنا پر دن کو گیا تو یہ جائز ہے؛ کیونکہ دن کو وہ کچھ معاف ہو سکتا ہے جو رات کو معاف نہیں ہو سکتا، چنانچہ وہ اس کے پاس کوئی سامان رکھنے مثلا پیسے وغیرہ دینے اور اس کی خبر دریافت کرنے اور عیادت کرنے جا سکتا ہے... کیونکہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی حدیث میں ہے:

" رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ہی ایسا دن گزرتا جس میں وہ ہم سب کے پاس نہ آتے ہوں، تو وہ ہم بستری کیے بغیر ہر بیوی کے قریب ہوتے، حتی کہ اس کے پاس چلے جاتے جس کے پاس رات بسر کرنے کی باری ہوتی "

چنانچہ جب وہ اس میں سے کسی چیز کے لیے دوسری بیوی کے پاس جائے اور وہاں زیادہ دیر نہ رہے اور بقدر ضرورت بغیر جماع کیے رہے تو جائز ہے.

احناف کہتے ہیں:

خاوند کے لیے رات میں سب بیویوں کے درمیان عدل کرنا لازم ہے.

اور باری اس میں مانع نہیں کہ وہ دوسری کی ضروریات دیکھنے اور اس کے امور حل کرنے اس کے گھر جائے، صحیح مسلم میں ہے:

" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب بیویاں اس بیوی کے گھر اکٹھی ہوا کرتی تھیں جس کی باری ہوتی "

اور مالکیہ کہتے ہیں:

" خاوند کسی ایك بیوی کی باری والے دن اس کی سوکن کے گھر داخل نہ ہو، یعنی اس کے لیے ممنوع ہے؛ الا یہ کہ وہ کسی ضرورت کے پیش نظر جا سکتا ہے مثلا کوئی چیز کپڑا وغیرہ دینے کے لیے لیکن اس سے استمتاع وغیرہ نہ کرے "

دیکھیں: الموسوعة الفقھیۃ (33 / 195 - 197).

اور بھوتی حنبلی کہتے ہیں:

" باری والی کے علاوہ کسی اور بیوی کے پاس جانا حرام ہے لیکن ضرورت کے لیے جا سکتا ہے، اور اسی طرح اس کے دن میں بھی نہیں مگر ضرورت سے "

دیکھیں: الروض المربع (6 / 449).

اور ابن قدامہ المقدسی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" اور خاوند کی بیوی کی باری اور وقت میں اس کی سوکن کے پاس جانا اگر رات کے وقت ہو تو ضرورت کے بغیر سوکن کے گھر جانا جائز نہیں مثلا اس کو کوئی تکلیف ہو اور خاوند اس کے پاس جانا چاہتا ہو، یا پھر بیوی اسے آنے کی وصیت کرے یا اس کے پاس جائے بغیر کوئی چارہ نہیں ہو، اگر وہ ایسا کرتا ہے اور وہاں زیادہ دیر نہیں رکتا تو اس پر کوئی قضاء نہیں، لیکن اگر وہ وہاں رکا رہے اور بیمار بیوی تندرست ہو جائے تو جس بیوی کی باری میں اس نے جتنا وقت دوسری بیوی کے پاس گزارا ہے وہ باری والی بیوی کے پاس اتنا وقت گزارے گا جتنا بیمار بیوی کے پاس رہا تھا.

اور رہا کسی دوسری بیوی کی باری کے دن میں اور بیوی کے پاس جانے کا تو ضرورت کے وقت ایسا کرنا جائز ہے مثلا اسے خرچہ یا کوئی چیز دینی ہو یا بیماری پرسی کرنا ہو یا کسی ایسے معاملہ کے متعلق دریافت کرنا ہو جس کے متعلق سوال کرنے کی ضرورت ہو، یا پھر اس کے پاس گئے زیادہ مدت ہو گئی ہو تو اسے ملنا ہو یا اس طرح کی کوئی اور ضرورت؛ اس کی دلیل عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی درج ذیل حدیث ہے:

عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری باری کے دن کے علاوہ میرے پاس آتے اور مجھ سے جماع کے علاوہ سب کچھ پاتے "

اور جب وہ باری کے علاوہ کسی اور بیوی کے پاس دن کو جائے تو اس سے جماع نہ کرے اور نہ ہی اس کے پاس زیادہ دیر رہے؛ کیونکہ اس سے اس کے پاس رہنا حاصل ہوتا ہے اور وہ بیوی اس کی مستحق نہیں کیونکہ دوسری

کی باری ہے.... اور اگر وہ اس کے اس زیادہ دیر رہتا ہے تو وہ اس کی قضاء کریگا " انتہی

دیکھیں: المغنی (7 / 234).

اور مستقل فتوی کمیٹی کے علماء کرام سے درج ذیل سوال دریافت کیا گیا:

ایک شخص نے دوسری شادی کی اور پہلی بیوی بیمار ہے اس نے دونوں بیویوں کے لیے رہائش مقرر کر دی ہے اور کہتا ہے کہ پرانے گھر میں مجھے دیکھ بھال نہیں ملتی اور نئے گھر میں مجھے دیکھ بھال ملتی ہے اور میری خدمت ہوتی ہے، تو کیا زیادہ خدمت کی بنا پر اگر میں اپنے دوسرے گھر میں زیادہ رہوں تو کیا گنہگار ٹھرونگا ؟

اور کیا اگر میں دوسری بیوی کے گھر زیادہ نیند کروں تو کیا گنہگار شمار ہوتا ہوں، میرا مقصد کوئی غلط بیانی نہیں کرنا بلکہ وہی ہے جو میں بیان کر رہا ہوں ؟

کمیٹی کے علماء کا جواب تھا:

" بیویوں کے مابین کھانے پینے اور رہائش اور لباس اور مبیت یعنی رات بسر کرنے میں برابری اور عدل کرنا واجب ہے اور یہی اصل ہے، آپ کو اللہ کا تقوی اختیار کرتے ہوئے حسب استطاعت ان دونوں کے مابین عدل و انصاف سے کام لینا چاہیے اور اگر آپ دونوں میں ایک کو مذکورہ اسباب کی بنا پر دوسری بیوی پر ترجیح دینا چاہتے ہیں تو پھر آپ کے لیے دوسری بیوی سے اجازت لینا ضروری ہے " انتہی

دیکھیں: فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ و الافتاء (19 / 179 ـ 180).

اور شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ سے درج ذیل سوال دریافت کیا گیا:

پہلی بیوی کی باری کے دن میں دوسری بیوی کے بچوں کو دن کے وقت ۔ جب بچے سکول سے واپس گھر آ جائیں ۔ تعلیم دینے جانے کا حکم کیا ہے ؟

شیخ کا جواب تھا:

" یہ جائز نہیں، حرام ہے "

سوال:

لیکن انہیں پڑھائی کی ضرورت ہے ؟

شیخ کا جواب تھا:

" وہ انہیں لے کر دوسری بیوی کے گھر چلا جائے " انتہی

مزید آپ سوال نمبر (4031) کے جواب کا مطالعہ ضرور کریں.

اور شیخ سعدی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" جس بیوی کی باری ہو اس کے علاوہ کسی دوسری بیوی کے گھر رات کے وقت یا دن کے وقت بغیر ضرورت جانا حرام ہے چنانچہ اس میں صحیح یہ ہے کہ یہ وقت کی عادت اور لوگوں کے رواج اور عرف کے مطابق ہو گا، اگر ایك بیوی کی باری میں رات کے وقت یا دن کے وقت دوسری بیوی کے پاس جانے کو لوگ ظلم و ستم شمار نہیں کرتے تو عادت کی طرف لوٹانا اصل کبیر ہے، خاص کر ان مسائل میں جن پر کوئی دلیل نہیں ملتی اور یہ بھی اسی میں شامل ہوتا ہے " انتہی

دیکھیں: فتاوی المراۃالمسلمۃ جمع و ترتیب اشرف عبد المقصود (2 / 693).

اور مزید آپ سوال نمبر (111912) کے جواب کا مطالعہ ضرور کریں.

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ:

- خاوند کے لیے ایك بیوی کی باری میں دوسری بیوی کے بچوں اور بیوی کے حالات دریافت کرنا جائز ہیں لیکن وہ وہاں زیادہ دیر نہ ٹھرے.

- خاوند کے لیے ایك بیوی کی باری میں دوسری بیوی کے بچوں کو لے کر جس بیوی کی باری ہو اس کے گھر لے جا کر اپنی اولاد کی دیکھ بھال اور خیال کرنا ممکن ہے.

- خاوند کو چاہیے کہ وہ ایك بیوی سے دوسری بیوی کے پاس بعض اوقات عادت سے زیادہ اپنے بچوں کی مصلحت کی خاطر وہاں رہنے کی اجازت لے .

ہمیں تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے خاوند کا تصرف اور معاملہ صحیح ہے، اور اگر وہ آپ کے پاس آپ کی باری کے علاوہ اوقات میں زیادہ دیر رہنا چاہیے تو وہ دوسری بیوی سےاس کی اجازت حاصل کرے اور اس کی رضامندی سے ایسا کرے.

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ اولاد کی تربیت کرنے میں آپ کی معاونت فرمائے اور آپ کو ہر قسم کی بھلائی کی توفیق

عطا فرمائیے.

واللہ اعلم .